Fikr-o-Nasar (Islamabad) 16:3 (1978)

عربی نحو پر

مولانا فراھی کے رسائل

شرف الدین اصلاحی

اسباق النحو حصہ اول و دوم

مولانا سید سلیمان ندوی مولانا فراھی کے قیام حیدرآباد کے حالات میں لکھتے ھیں ''پھر اسباق النحو کے نام سے عربی صرف و نحو کے آسان صورت میں نئے اصول پر اردو میں دو رسالے مرتب کئے اور انجمن ترقی اردو کی طرف سے وہ چھپے''(۱) خوش قسمتی سے پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاھور میں انجمن ترقی اردو کے چھاپے ھوئے یہ دونوں رسالے موجود تھے اور اس وقت وہ ھمارے پیش نظر ھیں۔ ان میں سے حصہ اول جو اسم کے بیان میں ھے ۱۹۲۸ء، ۱۳۴۶ھ کا چھپا ھوا ھے جب کہ حصہ دوم جو فعل کے بیان میں ھے ۱۹۲۳ء، ۱۳۴۱ھ کا چھپا ھوا ھے۔ حصہ دوم میں یہ بھی صراحت ھے کہ یہ دوسری اشاعت ھے یعنی یہ حصہ ایک بار اس سے پہلے بھی چھپ چکا ھے۔ یہ دونوں حصے مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طبع شدہ ھیں اور ان کے سرورق پیشانی پر یہ الفاظ درج ھیں ''سلسلہ انجمن ترقی اردو نمبر ۱۷''۔ ملنے کا پتہ علی الترتیب ''انجمنِ ترقی اردو حیدرآباد دکن'' اور ''صدر دفتر انجمن ترقی اردو اورنگ آباد (دکن)'' درج ھے۔ اور مصنف کا نام دونوں حصوں پر یوں لکھا ھے۔ ''مولانا حمید الدین صاحب بی اے سابق پرنسپل دارالعلوم حیدرآباد دکن''۔ قیمت دونوں حصوں کی صرف چار آنے (کلدار چھ آنے)۔ یہ باتیں عام حالات میں بہت معمولی متصور ھوتی ھیں لیکن ریسرچ کے نقطہ نظر سے ان کی اھمیت محتاج بیان نہیں۔ اگر دوسرے ذرائع ناپید ھوں تو محض ان اندراجات

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

کی مدد سے بہت سی باتیں متعین طور پر معلوم ہوتی ہیں۔ اہل تحقیق اس نکتے کو خوب سمجھتے ہیں۔

یہ رسالے کب لکھے گئے اور ان کا پہلا ایڈیشن کب شائع ہوا۔ سنین اور تاریخ کے تعین کے ساتھ اس سوال کا جواب ہنوز تحقیق طلب ہے۔ مذکورہ بالا شہادتوں سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں رسالے حیدرآباد دکن میں لکھے گئے اور وہیں سے مولانا کی زندگی ہی میں چھپ گئے تھے۔ ان دونوں رسالوں پر مولانا کو سابق پرنسپل ظاہر کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۲۳ء سے پہلے مولانا حیدرآباد کو خیرباد کہہ چکے تھے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بی اے ہونا بڑی چیز تھی۔ ہنوز ایک عقدہ لاینحل یہ رہ جاتا ہے کہ ان میں سے حصہ اول پر ۱۹۲۸ء کا سال درج ہے اور ظاہراً یہ اس کا پہلا ایڈیشن معلوم ہوتا ہے۔ جب کہ حصہ دوم پر ۱۹۲۳ء کا سال اور بار دوم درج ہے۔ سوال یہ ہے کہ حصہ دوم کا پہلا ایڈیشن کب شائع ہوا۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ حصہ اول پہلی بار کب شائع ہوا۔ اگر ۱۹۲۸ء کا ایڈیشن پہلا ایڈیشن ہے تو دونوں رسالوں کی اشاعت میں جو زمانی بعد اور تقدم و تأخر ہے اس کی توجیہ کس طرح کی جائے گی۔ قاعدے کے لحاظ سے پہلے حصے کو پہلے شائع ہونا چاہئیے تھا یا ساتھ ساتھ۔

مولانا کے عام حالات کی طرح اس کتاب کی ابتدائی تفصیلات ہنوز پردۂ خفاء میں ہیں اور بحالات موجودہ ان سے پردہ اٹھانا ہمارے لئے ممکن نہیں۔ جو معلومات ہیں وہ ناتمام اور گنجلک ہیں۔ ماهنامہ الاصلاح بابت ماہ جنوری ۱۹۳۶ء میں دائرہ حمیدیہ کی طرف سے اس کتاب کا اشتہار شائع ہوا ہے لیکن اغلب ہے کہ اس وقت تک دائرہ حمیدیہ سے یہ کتاب نہیں چھپی تھی اور اشتہار اسی حیدرآباد والے ایڈیشن کا ہے۔ یہ کتاب مدرسۃالاصلاح

میں درجہ اول عربی کے نصاب میں شروع ہی سے داخل ہے۔ اس لئے دائرہ سے یہ بار بار چھپتی رہی۔ بعض تصریحات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مدرسۃ الاصلاح کے علاوہ عربی کے بعض دوسرے مدارس میں بھی یہ کتاب داخل نصاب چلی آرہی ہے۔ دائرہ حمیدیہ سے اس کتاب کا حصہ اول مصنف کی طرف سے ترمیم و اضافہ کے بعد پہلی بار جنوری ۱۹۳۷ء میں چھپا۔ ماہنامہ الاصلاح کے شذرات میں مولانا امین احسن اصلاحی نے ''دائرہ کی مطبوعات'' کے زیر عنوان اس کا ذکر کیا ہے:-

''جن مدرسوں میں اسباق النحو نصاب میں داخل ہے ان کو یہ ایڈیشن منگانا چاہئے مصنف نے کتاب کے پہلے ایڈیشن کے بعد اس میں جو اضافے کئے تھے یہ ان اضافوں کے ساتھ چھاپی گئی ہے اور تمام ضروری مسائل پر اب پوری طرح حاوی ہوگئی ہے''(۲)

دائرہ حمیدیہ کے تازہ ترین ایڈیشن سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جس میں یہ اندراج ملتا ہے۔ طبع دوم ۱۳۵۷ھ۔ طبع سوم ۱۳۷۹ھ۔ طبع چہارم ۱۳۸۴ھ (۳) اسباق النحو حصہ دوم کے تازہ ترین ایڈیشن میں یوں درج ہے۔ طبع سوم ۱۳۷۵ھ۔ طبع چہارم ۱۳۸۳ھ(۴)۔ سلسلہ دائرہ حمیدیہ میں ان دونوں رسالوں کا نمبر ۱ - ۲ ہے۔

ان اندراجات سے متبادر ہوتا ہے کہ حصہ اول کا پہلا ایڈیشن انجمن ترقی اردو حیدرآباد دکن سے شائع ہوا اور اس کے بعد کے تین ایڈیشن دائرہ حمیدیہ سرائے میر سے شائع ہوئے۔ حصہ دوم کے پہلے دو ایڈیشن حیدرآباد سے شائع ہوئے۔ اس کے بعد کے دو ایڈیشن دائرہ حمیدیہ سے شائع ہوئے۔

دائرہ حمیدیہ کے پہلے ایڈیشن میں مولانا اختر احسن اصلاحی (مرتب) کے لکھے ہوئے دیباچہ کے یہ الفاظ لائق توجہ ہیں۔

۵

''طبع اول کے بعد مصنف رحمة اللہ علیہ نے اس کے بعض مباحث کو تشنہ خیال کرکے اس میں جگہ جگہ ضروری اضافہ فرمایا تھا۔ لیکن مصنف رحمة اللہ علیہ کی زندگی میں ان اضافوں کے ساتھ کتاب کو چھاپنے کی نوبت نہیں آئی۔ عربی مدارس کی ضرورت کا خیال کرکے یہ کتاب اب ان اضافوں کے ساتھ شائع کی جاتی ہے۔ اہل علم اس کو دیکھ کر خود اندازہ کر سکیں گے کہ مصنف رحمة اللہ علیہ کی نظر ثانی اور اضافہ و ترمیم کے بعد اب پہلی حالت سے اس نے ایک بالکل مختلف صورت اختیار کرلی ہے۔(۵)''

دیباچہ کے آخر میں ۱۹ جنوری ۱۹۳۷ء کی تاریخ درج ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ نظرثانی کے بعد کتاب کو ایک نیا قالب مل گیا ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن بہت مجمل تھا۔ ایجاز مخل کی حد تک اس میں اختصار سے کام لیا گیا تھا۔ محض اشارات تھے۔ استاد کی مدد اور رہنمائی کے بغیر ایک مبتدی کے لئے اس سے استفادہ مشکل تھا۔ حرف کی بحث الگ سے نہ پہلے ایڈیشن میں تھی نہ نظر ثانی شدہ ایڈیشن میں ہے۔ حالانکہ کتاب کی سہ گانہ تقسیم میں مولانا نے خود اس کا ذکر کیا ہے۔ مولانا نے نظرثانی شدہ ایڈیشن کے مقدمہ میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔ ''ان مثالوں میں ضروری حروف بھی ضمناً آگئے ہیں''(۶) غالباً اسی کو کافی خیال کیا اس لئے الگ سے حروف کی بحث پر مشتمل تیسرے حصے کی ضرورت نہیں سمجھی۔

پاکستان میں مولانا اصلاحی کے فیض یافتہ فکر فراہی سے شغف رکھنے والے ایک نوجوان خالد مسعود صاحب نے بعض ترمیموں اور اضافوں کے ساتھ اس کتاب کا ایک نیا ایڈیشن تیار کیا جسے حلقہ تدبر قرآن لاہور نے ۱۹۷۲ء میں شائع کیا۔ سرورق مصنف کی حیثیت سے خالد مسعود صاحب کا نام درج ہے اور ساتھ ہی ''جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ'' کا انتباہ بھی موجود ہے اور

کتاب کے پیش لفظ میں مولانا اصلاحی نے اس کا تعارف یوں کرایا ہے۔

''فن نحو میں یہ کتاب میرے ایک دیرینہ خواب کی تعبیر ہے۔ ایک عرصہ دراز سے میری آرزو رہی ہے کہ مولانا فراہی کی اسباق النحو کو بنیاد بنا کر اردو میں نحو کی ایک ایسی کتاب مرتب کردی جائے جو عربی کا شوق رکھنے والے نوجوانوں کے لئے آسان بھی ہو اور کفایت کرنے والی بھی۔ الحمد للہ ہمارے فاضل رفیق برادر عزیز خالد مسعود سلمہ اللہ تعالی نے یہ کام نہایت حسن و خوبی کے ساتھ انجام دے دیا۔ فاضل مولف نے محنت کرکے وہ تمام خلا بھر دئے ہیں جو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں معلم کی مشق و تمرین پر اعتماد کرکے چھوڑ دئے تھے۔ اور بعض وہ بحثیں بھی مکمل کردی ہیں جو اصل کتاب میں ناتمام رہ گئی تھیں۔''

کتاب کے فاضل مولف نے بھی دیباچہ میں بعض تصریحات کی ہیں۔

''یہ کتاب حلقہ تدبر قرآن کی جانب سے پیش کی جارہی ہے۔ آٹھ نو سال قبل جب یہ حلقہ وجود میں آیا تو . . . . مولانا (امین احسن اصلاحی) نے اپنے مختصر نصاب میں عربی قواعد کی تعلیم کے لئے اسباق النحو مولفہ مولانا حمید الدین فراہی رح شامل کی . . . . مولانا فراہی کی یہ تصنیف بہت مجمل ہے . . . اس میں فعل کے مباحث میں مشق کے لئے مثالیں شامل نہیں ہیں۔ نیز حرف کی بحث مصنف رح نہیں لکھ سکے۔ حلقہ تدبر قرآن نے یہ محسوس کیا کہ اگر اس کتاب میں ضروری اضافے کر دئے جائیں تو اس کی افادیت بہت زیادہ بڑھ جائے گی اور تشنہ مباحث کے لئے طلبہ کو کسی دوسری کتاب کی طرف رجوع نہیں کرنا پڑے گا۔ موجودہ کتاب حلقہ کے اسی فیصلے کے نتیجہ میں وجود میں آئی ہے۔ اس کی بنیاد مولانا فراہی رح کی کتاب ہی پر رکھی گئی ہے اور اس کا نام بھی اسباق النحو ہی اختیار کر لیا گیا ہے۔''

۹

سولانا حمید الدین فراهی کی تصنیفات کے ذیل میں اس کتاب کا ذکر معلوم نہیں میرے لئے کس حد تک جائز ہو۔ اس وقت میرے سامنے اسباق النحو کے تین ایڈیشن ہیں۔ بالکل ابتدائی ایڈیشن۔ مولانا فراهی کا اپنا نظر ثانی کیا ہوا آخری ایڈیشن۔ اور یہ خالد مسعود صاحب کا تیار کیا ہوا نیا ایڈیشن۔ میں نے ان تینوں کو ملا کر دیکھا ہے۔ خالد مسعود صاحب نے بلاشبہہ کہیں کہیں مشقوں اور مثالوں کا اضافہ کیا ہے۔ بعض مجمل مباحث کی تفصیل کر دی ہے۔ ترتیب میں جزوی رد و بدل کے علاوہ کچھ دوسرے تصرفات بھی کئے ہیں جن میں سے بعض تصرفات اس طرح کے بھی ہیں کہ مولانا فراهی نے اگر ''زید ذاهب غداً،، (۷) لکھا ہے تو انھوں نے ''سلیم ذاهب غداً،،(۸) کر دیا ہے۔ ایک فرق یہ بھی نمایاں ہے کہ اس میں اسم فعل حرف کی بحث اگرچہ الگ الگ ہے کتاب ایک ہی ہے، حصہ اول دوم کی تقسیم نہیں رکھی گئی ہے۔ حرف کی بحث کو نہ تو نیا کہا جا سکتا ہے نہ اضافہ۔ مولانا نے الگ سے حرف کی بحث نہیں کی ہے لیکن اسم اور فعل کے بیان میں یہ بحث آ گئی جو پوری کتاب میں بکھری ہوئی ہے جس کی طرف ان کے مقدمہ میں اشارہ موجود ہے۔ اس کتاب کے آخر میں مشق نمبر ۳۰ کے تحت از صفحہ ۱۳۳ تا ۱۴۳ مولانا فراهی کی ایک عربی ریڈر ''امثال آصف الحکیم،، کی طرز پر کچھ حکایات اور بعض روایات کا بھی اضافہ کیا ہے۔ اصل کتاب کی بعض چیزیں حذف بھی کردی گئی ہیں مثلاً مولانا اختر احسن صاحب کا دیباچہ اور مولانا فراهی کا مقدمہ۔ ترمیم، تفصیل اور حذف و اضافہ کی ان تمام کار گزاریوں کے باوجود یہ نکتہ غور طلب رہتا ہے کہ اس کتاب کو مولانا فراهی کی اسباق النحو ہی کا ایک ایڈیشن شمار کیا جائے یا اس کو کسی مستقل تصنیف کا درجہ دیا جائے۔ اس قسم کی بعض کارگزاریاں مولانا اختر احسن

اصلاحی مرحوم نے نظر ثانی شدہ دوسرے ایڈیشن میں انجام دی تھیں مگر انھوں نے اسے کسی الگ کتاب کا درجہ نہیں دیا اور وہ مولانا فراھی کی تصنیف کی حیثیت ھی سے اب تک شائع ھو رھی ھے۔

اس کتاب کے اب تک متعدد ایڈیشن نکل چکے ھیں اور یہ ھزاروں کی تعداد میں چھپ چکی ھے۔ مولانا فراھی کی کتابوں میں یہ واحد کتاب ھے جو بار بار اتنی کثیر تعداد میں چھپی۔ اس کی وجہ ظاھر ھے۔ اس کتاب کے مخاطب مبتدی طلبہ اور عام عربی سیکھنے والے ھیں۔ یہ مدرسۃ الاصلاح اور بعض دوسرے مدارس کے نصاب میں شامل ھے جب کہ ان کی دوسری کتابوں کے مخاطب علماء اور خواص ھیں اور ان کی سطح اتنی بلند ھوتی ھے کہ علماء اور خواص میں سے بھی ایک خاص طبقہ ھی ان سے استفادہ کر سکتا ھے۔ بالفعل عملاً افادیت کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو نتیجے کے اعتبار سے اسباق النحو مولانا کی سب سے اھم کتاب قرار پاتی ھے۔ حقیقت یہ ھے کہ مولانا فراھی کے اسلوب سے عربی ادب اور قرآن کو سمجھنے کے لئے جس قسم کی عربی دانی کی ضرورت ھے اس کی بنیاد اس کتاب سے رکھی جا سکتی ھے۔

فن نحو میں مولانا کی اس کتاب کا ما بہ الامتیاز کیا ھے۔ مولانا کے بارے میں ان کے تلمیذ رشید مولانا امین احسن اصلاحی کا بیان ھے کہ مولانا ان لوگوں میں سے نہیں تھے جو محض لکھنے کے لئے لکھتے ھیں۔ کسی عنوان پر بھی مولانا اس وقت تک قلم نہیں اٹھاتے تھے جب تک کہ وہ یہ نہ محسوس کرتے کہ کچھ کہنے کی ضرورت ھے اور اگلوں نے اسے نہیں کہا ھے۔ عربی زبان و ادب کی تعلیم کے مسائل پر مولانا جتنی گہری نظر رکھتے تھے کہنے کی حاجت نہیں۔ انھوں نے ایک مصلح ماھر فن کی حیثیت سے عربی صرف و نحو میں بھی اصلاح کی ضرورت محسوس کی اور اس کی بہتر صورت یہی ھو

سکتی تھی کہ اپنے نقطہ نظر سے اس پر کوئی کتاب لکھ دیں۔ ان کی اصل کتاب تو نا تمام رہی ھاں اس کا ایک عکس اسباق النحو کی صورت میں ھمارے سامنے ھے۔ اس کی نسبت انھوں نے خود جو چند باتیں لکھ دی ھیں میرے خیال میں اس کتاب کی خصوصیات کو جاننے کے لئے کافی ھے۔

''یہاں رفع خلجان کے لئے صرف دو باتیں قابل ذکر ھیں۔ اول یہ کہ نحو جدید میں اعراب کی بنیاد اختلاف حالات پر رکھی گئی ھے نہ کہ عوامل پر۔ اس سے اولاً تو سو عاملوں سے نجات مل جاتی ھے اور ثانیاً فعل چونکہ اختلاف حالات نہ رکھنے کی وجہ سے معرب نہیں رہ جاتا اس لئے فعل کی طولانی بحث میں پڑنے سے پہلے ھی اعراب کی تعلیم دی جا سکتی ھے۔ اور اس سے بڑا فائدہ یہ ھوتا ھے کہ ابتدا ھی سے مشق عبارت شروع ھوجاتی ھے۔ پھر جب فعل شروع ھوتا ھے تو چونکہ اعراب سے واقفیت ھو چکتی ھے۔ فوراً اس کا استعمال بھی ھونے لگتا ھے اور فعل کے تمام ھوتے ھوتے ادب میں کافی استعداد پیدا ھوجاتی ھے۔ بر خلاف قدیم طریقہ کے اس میں ایک مدت دراز تک خشک اور پیچیدہ صرف و نحو کے قواعد رٹنے ھوتے ھیں۔ اس کے بعد کہیں جا کر ادب کی نوبت آتی ھے۔ اس جدید طریقے کا تجربہ کیا گیا اور حیرت انگیز کامیابی ھوئی۔ دوسری بات جو خاص اس ابتدائی کتاب میں ملحوظ رکھی گئی وہ یہ ھے کہ تعریفات کے بجائے زیادہ تر مثالوں سے کام لیا گیا ھے۔ انسان فطرۃً مثالوں ھی سے اشیاء کو پہچانتا ھے نہ کہ منطقی تعریفات سے۔ اس سے تو اکثر منتھی بھی عاجز ھو جاتے ھیں۔ اس لئے مبتدی کو تعریفات کے الجھاؤ میں نہیں ڈالا گیا۔،،(۹)

میں یہ کتاب زمانہ طالب علمی میں سبقاً سبقاً اس طرح پڑھ چکا ھوں کہ اس کا ایک ایک گوشہ نہیں ایک ایک شوشہ میرے سامنے اس طرح واضح ھے جیسے میرے

اپنے ہاتھ کی لکیریں ۔ پھر بھی میں نے اپنے تحقیقی منصوبے کے لئے اسے ازسر نو بالاستیعاب پڑھا اور میں نے محسوس کیا کہ میرے اب کے پڑھنے میں اور ابتدا کے پڑھنے میں بڑا فرق ہے ۔ اس وقت میں نے اسے چھوٹی عمر میں ایک مبتدی طالب علم کی حیثیت سے استاد کی رہنمائی میں پڑھا تھا ۔ اب ایک ریسرچ اسکالر کی حیثیت سے آزادانہ پڑھنا تھا ۔ وشتان بینہما ۔ زمانہ طالب علمی میں آج سے ۳۶ سال پہلے کتاب کے جن مباحث کو میں نے اتنے اہتمام سے پڑھا تھا کہ ۱۰۰ صفحے پڑھنے میں پورا سال صرف ہوگیا تھا اب ان سے چند گھنٹوں میں آسان گزر گیا ۔ لیکن کتاب کی بعض وہ تحریریں جنہیں اس وقت غالباً سرسری بھی نہیں پڑھا(۱۰) مثلاً سر ورق کے صفحات پر مندرجہ عبارات اور دیباچہ اور مقدمۂ کتاب، اب ان کے ایک ایک لفظ پر ٹھہرنا پڑا ۔ اس لئے کہ اب کے نقطۂ نظر سے کچھ کام کی باتیں اسی میں نظر آئیں ۔ سب سے زیادہ اہم مجھے اس کتاب کا مختصر دیباچہ اور مقدمہ نظرآیا ۔ زمانہ طالب علمی میں جو نسخہ میرے زیر مطالعہ رہا اس کے ساتھ یا تو یہ چیزیں شامل نہیں تھیں یا پھر میں نے ان کی طرف دھیان نہیں دیا ۔

مولانا کی اس کتاب کے متعلق میرے ذہن میں عرصہ سے ایک الجھن یہ تھی کہ مولانا نے صرف و نحو کی معروف تقسیم سے ہٹ کر ان دونوں رسالوں کا نام اسباق النحو حصہ اول و اسباق النحو حصہ دوم کیوں رکھا ۔ اس لئے کہ میں صرف و نحو کو قواعد کے دو شعبے سمجھتا تھا ۔

مقدمہ میں مولانا کی تصریح نے میری یہ الجھن دور کردی ۔ ''اس کتاب میں نحو کے وسیع معنی لئے گئے ہیں جس میں صرف بھی داخل ہے ۔''(۱۱) لیکن ساتھ ہی مقدمہ نے بعض نئی الجھنیں پیدا بھی کر دیں ۔ مولانا لکھتے

ہیں ۔ ''اس کتاب میں نحو کے صرف ضروری قواعد کو آسان مثالی جملوں سے بتایا گیا ہے ۔ نحو کا پورا بیان کتاب ''مسائل النحو'' میں کیا گیا ہے جس کو اس کے بعد پڑھنا چاہئے ۔'' (۱۲) اس کے بعد آگے لکھتے ہیں ''یہ کتاب ماخوذ ہے النحو الجدید سے ۔ عام نحو و صرف کی کتابوں سے اس میں کہیں کہیں اختلاف کیا گیا ہے جس کی وجہ اصل کتاب النحو الجدید میں مفصل موجود ہے'' (۱۳) ۔

کتاب مسائل النحو اور کتاب النحو الجدید دو الگ الگ کتابیں ہیں یا ایک ہی کتاب کے دو نام ہیں ۔ لگتا یوں ہے کہ الگ الگ ناموں سے یہ دونوں الگ الگ کتابیں ہیں ۔ ایک میں روایتی انداز سے مروجہ طریق پر نحو کے مسائل بیان کئے گئے ہیں اور دوسرے میں قدیم روش سے ہٹ کر بعض نئی راہیں نکالی ہیں اور اسی لئے اس کا نام بھی ''النحو الجدید'' رکھا ۔ مولانا نے ان کتابوں کا ذکر جس انداز سے کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتابیں اس وقت تک نہ صرف تصنیف بلکہ طبع ہو کر دستیاب تھیں ۔ لیکن صورت حال یہ ہے کہ مولانا کی مطبوعات میں تو کجا مسودات میں بھی ان کا سراغ لگانا مشکل ہے ۔ مولانا اصلاحی نے تمام اور ناتمام مسودات کتب سے بھی ایک درجہ نیچے ان کتابوں میں النحو الجدید نام کی ایک کتاب کا ذکر کیا ہے ''جن کی چند فصلوں اور کچھ یاد داشتوں سے زیادہ وہ نہ لکھ سکے'' (۱۴) ''مسائل النحو'' کا ذکر اس حیثیت سے بھی کہیں نہیں ملتا ۔ ممکن ہے کہ یہ مولانا کی ان کتابوں میں سے ایک ہو جو ''مولانا کے ذہن ہی میں رہ گئیں اور صفحہ قرطاس پر آ ہی نہ سکیں'' (۱۵) ۔

تحفۃ الاعراب

اسباق النحو کے علاوہ عربی قواعد میں مولانا کی ایک منظوم کتاب

تحفة الاعراب کا ذکر بھی ضروری ہے۔ یہ تحفہ اسباق النحو کے تحفے سے بھی زیادہ ہلکا پھلکا ہے۔ یہ کتاب ابھی تک مجھے مل نہیں سکی۔ بمشکل ۱۵ - ۲۰ صفحات ہوں گے۔ مدرسة الاصلاح کی ابتدائی جماعت کے نصاب میں داخل تھی۔ میں نے عربی اول میں اسے پڑھا تھا۔ طلبہ کو حفظ کرا دیتے تھے۔ طالب علمی کے زمانے میں پوری کتاب از اول تا آخر مجھے زبانی یاد تھی۔ نحوی مسائل کو یاد رکھنے میں اس سے بڑی مدد ملتی تھی۔ ہر مسئلہ ایک مصرعے یا ایک شعر میں بند ہر وقت نوک زبان رہتا تھا۔ غالباً مدرسے کے اساتذہ نے مصنف کے منشاء کے مطابق اس کو زبانی یاد کرانے کا طریقہ اپنایا ہوا تھا جیسا کہ کتاب کے شروع میں اشارہ ہے کہ مبتدی اسے ازبر کر لیں۔ مجھے اس راہگزر سے گزرے ہوئے پورے ۳۶ سال گزر چکے ہیں۔ ابھی تک اس زمانے کے یاد کئے ہوئے اشعار میں سے کچھ کچھ یاد ہے(۱۶)۔ شروع کے چند اشعار حافظے کی مدد سے اہل ذوق کی ضیافت طبع کے لئے درج کئے جاتے ہیں۔

بعد تسبیح خالق اکبر — اور تسلیم فخر جن و بشر
پیش کش ہے یہ تحفة الاعراب — تا کریں اس کو مبتدی ازبر
اب ہے اعراب کی نئی تعریف — اور ترتیب فن بہ طرز دگر
قدماء کا تھا راستہ دشوار — بیٹھ جاتا تھا راہرو تھک کر
راہ تاریک اور منزل دور — اور ہر ہر قدم پہ اک ٹھوکر
اب ہے اعراب کی نئی تعریف — اور ترتیب فن بہ طرز دگر
فن میں اب کوئی پیچ وخم نہ رہا — راہ مشکل رہی نہ طول سفر
فعل اعراب سے ہوئے آزاد — اور عوامل ہیں سارے شہر بدر

اس تمہید اور تعارفی کلمات کے بعد نحوی مسائل مع امثلہ نظم کئے ہیں۔ اپنے اسلوب اختصار اور جامعیت کے اعتبار سے عربی کا یہ منظوم آمد نامہ ہے

مثال ہے ۔ ایک ایک مصرع میں نحو صرف کے پورے پورے مسائل سمو دئے ہیں جو بڑی آسانی سے یاد ہوکر حافظہ میں محفوظ رہ سکتے ہیں ۔ یہ کتاب قل و دل کے مصداق ہے اور اس پر صحیح معنوں میں شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقولہ صادق آتا ہے ''بہ قامت کہتر بہ قیمت بہتر''۔

تحفۃ الاعراب کا آخری شعر بھی تقاضا کرتا ہے کہ نہانخانہ دماغ سے نکل کر صفحہ قرطاس پر آجائے ۔

یا الٰہی یہ تحفہ ہو مقبول   ہے دعائے فراہی مضطر

ان سطور کے لکھنے تک ہمیں یہ کتاب دستیاب نہیں ہوئی ۔ موجودہ حالات میں اس سے زیادہ نہیں لکھا جا سکتا ۔ یہ بھی نہیں معلوم ہو سکا کہ مولانا نے یہ کتاب کب لکھی ۔ اس کا پہلا ایڈیشن کب اور کہاں سے شائع ہوا اور اب تک اس کے کتنے ایڈیشن نکل چکے ہیں ۔ ماہنامہ الاصلاح کے حوالے سے اس قدر معلوم ہو سکا ہے کہ جنوری ۱۹۳۶ء سے پہلے یہ کتاب چھپ کر شائع ہو چکی تھی اس لئے کہ اس پرچے میں اس کا اشتہار مولانا فراہی کی مطبوعہ تصنیفات کے ذیل میں شائع ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو سرورق ص ۳ کی آخری سطر ۔ اس وقت اس کی قیمت ۲ آنے تھی ۔ مولانا اصلاحی نے مجموعہ تفاسیر فراہی کے شروع میں جہاں مصنف کے حالات زندگی درج کئے ہیں مطبوعہ تصانیف میں اس کا ذکر رہ گیا ۔ اس میں اس قدر اضافہ کیا جا سکتا ہے کہ ماہنامہ میثاق لاہور میں یہ کتاب پوری کی پوری چھپ چکی ہے ۔ پاکستان میں اس کی طباعت و اشاعت کی غالباً یہ پہلی مثال ہے۔ کارخانہ تجارت کتب کراچی کی طرف سے چھپی ہوئی فن نحو کی ایک کتاب میں بھی تحفۃ الاعراب پورا کا پورا شامل ہے ۔ بعض اہل علم نے اس کی نشاندھی کی ہے۔ دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا ۔

مولانا ایک نحوی

نحو میں مولانا کی کوئی مستقل باقاعدہ تصنیف ہم تک نہیں پہنچ سکی۔ النحو الجدید کی متفرق یاد داشتیں بھی ہماری نظر سے نہیں گزریں۔ باقی ان کے دو رسالے اور ''تحفۃ الاعراب''، جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے تو یہ کتابیں مبتدی طلبہ کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہیں اور اپنے مقصد میں انتہائی کامیاب ثابت ہونے کے باوجود وہ تصنیف کا درجہ نہیں رکھتیں۔ ان کا سائنٹیفک اسلوب، ان کا آسان انداز اور مثالوں کے ذریعے مسائل کو ذہن نشین کرنے کا سیدھا سادہ طریقہ دیکھ کر بے اختیار یہ تمنا بیدار ہوتی ہے کہ کاش مولانا اسی انداز سے نحو کے پیچیدہ مسائل پر کوئی ایسی چیز مکمل کر جاتے جو بڑوں کے کام آتی۔ تاہم ان رسائل میں بھی اہل نظر مولانا کی جدت طراز طبعیت اور اجتہادی اپج کی ایک جھلک دیکھ سکتے ہیں۔ اور جس کسی کو ان کتابوں کے نتائج دیکھنے کا موقع ملا ہے وہ بلاتامل گواہی دے گا کہ عربی سکھانے میں تو یہ اعجاز کی حامل ہیں۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ یہ کتابیں پڑھنے کے بعد طالبعلم ایک سال کے اندر اندر اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ استاد کے بغیر لغات کی مدد سے عبارت حل کر سکے۔ ان کتابوں کے ذریعے عربی سیکھے ہوئے بچے ایک سال میں لسان العرب سے رجوع کرنے لگتے ہیں۔ ان کی جامعیت، اختصار اور اچھوتے انداز کے پیش نظر میری رائے میں اردو خوانوں کے لئے ابتدائی عربی گرامر کی اس سے بہتر کتاب شاید ہی لکھی گئی ہو جن کا مقصد محض عربی بول چال نہ ہو بلکہ آگے علمی اور کتابی عربی سیکھنا ہو۔

اس کی جامعیت کا یہ حال ہے کہ اس میں نحو کی تعریف، مسائل کی

تقسیم اور درجہ بندی سے لے کر عربی صرف و نحو کا ہر ایک ضروری مسئلہ درج ہے - اس کے باوجود اختصار کا یہ عالم ہے کہ دونوں حصوں کی ضخامت ۱۰۰ صفحات سے زیادہ نہیں -

مولانا نحو کی قدیم کتابوں سے مطمئن نہیں تھے - وہ قدما کے راستے کو دشوار سمجھتے تھے - ایک ایسے ماہر فن کی طرح جو تقلید کی بجائے تجربہ اور عملی افادیت کو اہمیت دیتا ہو وہ صرف و نحو کو بالکل نئے انداز سے مرتب کرنا چاہتے تھے - قدیم نحو کی کتابوں میں فعل بھی اعراب کی قید میں جکڑا ہوا ہے - عامل کی بحث عربی قواعد کی کتابوں میں گورکھ دھندا سے کم نہیں - طلبہ اس کو وبال جان سمجھتے ہیں اور اس کی پیچیدگیوں میں الجھ کر عربی ہی سے بیزار ہوجاتے ہیں - اور بسا اوقات ساری عمر عربی پڑھنے پڑھانے کے بعد بھی عبارت کا سیدھا سادہ مطلب سمجھنے کے قابل نہیں ہوتے - اس میں کتابوں کے علاوہ پڑھانے والوں اور ان کے طریقہ تعلیم کا بھی قصور ہے - ہم نے درس نظامیہ اور یونیورسٹیوں کے ایسے فاضل بھی دیکھے ہیں جو بوڑھے ہوکر بھی ایک ذرا سی عبارت کا سیدھے طور مفہوم نہیں سمجھ پاتے - مولانا فراہی کی کتابوں میں ہم نے یہ خوبی دیکھی ہے کہ آدمی میں عربیت کا ایسا سنجیدہ ذوق پیدا ہو جاتا ہے کہ مشکل سے مشکل عبارت حل کرنے میں بھی دشواری نہیں ہوتی- تیر ہمیشہ نشانے پر لگتا ہے - مولانا کے ذہن میں عربی قواعد کی تجدید کا جو تصور تھا اگر اس کے مطابق وہ کوئی جامع اور مکمل تصنیف چھوڑ جاتے تو آج وہ نحو کے بھی امام ہوتے- اور جس طرح فن تفسیر میں ان کا مقام مجدد کا ہے اسی طرح وہ نحو کے بھی مجدد ہوتے -

حواشی

۱ - یادرفتگان ص ۱۴۵
۲ - امین احسن اصلاحی - شذرات ماہنامہ الاصلاح جنوری ۱۹۳۷ء - ص ۸

۳ - اسباق النحو حصہ اول سرورق ص ۲ - حمیدیہ پریس - مدرسۃ الاصلاح - سرائے میر
۴ - اسباق النحو حصہ دوم سر ورق ص ۲ حمیدیہ پریس- مدرسۃ الاصلاح - سرائے میر
۵ - اختر احسن اصلاحی - اسباق النحو حصہ اول - دیباچہ - طبع چہارم ۱۳۸۴ھ (۱۹۶۴ء) حمیدیہ پریس - مدرسۃ الاصلاح - سرائے میر - اعظم گڑھ
۶ - اسباق النحو حصہ اول - مقدمہ - طبع چہارم - ۱۳۸۴ھ (۱۹۶۴) حمیدیہ پریس - مدرسۃ الاصلاح سرائے میر - اعظم گڑھ -
۷ - اسباق النحو حصہ اول - فراهی - ۱۳۸۴ھ ص ۱۱
۸ - اسباق النحو- خالد مسعود - ۱۹۷۲ء ص ۱۷
۹ - اسباق النحو حصہ اول، مقدمہ ص ۵، طبع چہارم ۱۳۸۴ھ (۱۹۶۴ء) حمیدیہ پریس - مدرسۃ الاصلاح سرائے میر - اعظم گڑھ -
۱۰ - میں ماضی میں جاکر یہ یاد کر سکتا ہوں کہ میں جب یہ کتاب کلاس میں پڑھتا تھا تو مجھے فی الواقع مصنف کا نام معلوم نہیں تھا باقی باتوں کا ذکر کیا - ہاں متن پر ایسی حاکمانہ قدرت تھی کہ ہر مسئلہ نوک زبان ہوتا تھا اور فرفر زبانی سنا دیتا تھا -
۱۱ - اسباق النحو حصہ اول - مقدمہ از مصنف - مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڑھ - ۱۹۲۸ء
۱۲ - ایضاً -
۱۳ - ایضاً -
۱۴ - مجموعہ تفاسیر فراهی ص ۴۶ - النحو الجدید کی نسبت مولانا اصلاحی نے لکھا ہے کہ ''نحو و صرف کی تربیت کے سلسلہ میں اسباق النحو کے دو حصوں کے بعد مولانا کا یہ دوسرا قدم تھا - اگر یہ کتاب تکمیل کو پہنچ گئی ہوتی تو جہاں تک نحو کا تعلق ہے یہ کتاب طلبہ کو دوسری تمام کتابوں سے بالکل مستغنی کر دیتی'' ص ۴۸ - مگر افسوس کہ یہ کتاب تکمیل کو نہ پہنچ سکی - مولانا نے جس انداز سے اس کا ذکر کیا ہے محسوس ہوتا ہے کہ ان کے ذہن میں یہ مکمل ہو چکی تھی -
۱۵ - امین احسن اصلاحی دیباچہ مجموعہ تفاسیر فراهی ص ۲۰ -
۱۶ - درس و تدریس کا یہ طریقہ بے حد مفید ہے - سمجھ کر پڑھ لینے کے بعد زبانی یاد کر لینے سے تمام مباحث اس طرح راسخ ہوجاتے ہیں کہ عمر بھر اس کے اثرات زائل نہیں ہوتے - مکتب کی تعلیم میں اسی طرح ہم نے پوری مسدس حالی یاد کر ڈالی تھی - ابتدائی تعلیم کے اس منہاج کا اثر یہ ہوتا تھا کہ طالبعلم میں ایک ملکہ پیدا ہوجاتا تھا جس سے کسی کتاب کو سمجھ کر پڑھنا اور یاد کر ڈالنا آسان ہوجاتا تھا- ابتدائی جماعتوں کی اس تربیت سے ہم نے آخری جماعتوں میں بھی فائدہ اٹھایا - جب حماسہ، ابو العتاهیہ ، امرألقیس اور جمهرة اشعار العرب جیسی کتابیں زیر درس رہتی تھیں- ان کتابوں کے بیشتر اشعار از خود یاد ہوجاتے تھے - اور زمانہ گزرنے کے بعد جستہ جستہ اشعار آج تک حافظے کے کسی گوشہ میں پڑے ہوئے ہیں -